بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نظرات

نئی تعلیمی پالیسی

حکومت کی طرف سے نئی قومی تعلیمی پالیسی کی منظوری اور اس کے اہم نکات کا اعلان کیا جا چکا ہے ۔ یہ پالیسی جملہ تعلیمی امور سے متعلق ہے ۔ جس میں قومی زبانوں کا معاملہ ، اساتذہ کی تنخواہوں کے نئے اسکیل کا مسئلہ ، علوم و فنون ، تعلیم و تربیت اور تحقیق و ریسرچ کے مسائل سب ہی شامل ہیں ۔

ہماری ریاست میں جس کا وجود نظریۂ اسلام کا رہین منت ہے مسئلہ تعلیم و تربیت کی وہی اہمیت ہے جو بدن میں روح یا دل کی ہوتی ہے کہ اگر اس میں خرابی پیدا ہو جائے تو قوم کی ترقی و بقا ور صحت مندانہ نشوونما کے لئے براہ راست اس کے علاج کے سوا کوئی دوسرا وسیلہ کارگر نہیں ہو سکتا ، آج اگر ہمیں قومی وحدت ، ملکی سالمیت ، نظریۂ پاکستان ، اسلامی نصب العین اور سی قسم کے دیگر مسلمات میں ابہام معلوم ہو رہا ہے ۔ اور ہم اس کی واضح شرح و تعبیر کی شدت سے ضرورت محسوس کر رہے ہیں تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اب تک اپنی تعلیم میں وہ حقیقی اصلاحات ہی نہیں کیں جو اس نئی نسل کو دینی تعلیمات اور اسلامی بنیادی اقدار سے احقہ واقف کر دیتیں ، ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری تعلیم میں مادہ پرستی ، زر طلبی اور نفع اندوزی کے رجحانات نے ہماری اخلاقی اقدار کو پامال کر رکھا ہے ، ہماری موجودہ شرتی زندگی میں جو بے حسی ، نفسا نفسی ، خود غرضی اور عیش کوشی بڑھ رہی ہے اس کی سب ، بڑی ذمہ داری ہمارے تعلیمی نظام پر عائد ہوتی ہے ۔ ہمارے مزاجوں کی سطحیت پسندی ، ہماری

ہمتوں کی پستی، تحقیق و علمی انہماک کی کمی، کشمکش حیات سے گریز، لذت سعی پیہم سے ناآشنائی تعمیر شخصیت و سیرت سے بے اعتنائی، اعلیٰ مقاصد سے بے التفاتی، اگر سابقہ تعلیمی نظام کی کرامات و فتوحات نہیں تو کیا ہیں؟ ہم اس اصول کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ محض نعرہ بازیوں، جماعت سازیوں، سیاسی چالبازیوں، جلسوں، جلوسوں اور اخباری پروپاگنڈوں، غیر معیاری فلموں، گھٹیا ادب اور بے مقصد کتابوں کی نشر و اشاعت کے ذریعہ قوموں کی اصلاح و تربیت ممکن ہے۔ اس کے لئے تو باقاعدہ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفوس و تہذیب اخلاق کی ضرورت ہے اور بدقسمتی سے یہی وہ عنصر ہے جس سے ہماری تعلیم ناآشنا ہے۔ ہمارے مدرسہ میں عملی نمونہ ناپید ہے۔ تعلیم و تربیت کا تعلق سراسر تجارتی بن کر رہ گیا ہے۔ تعمیر ملّت سے زیادہ تحصیل دولت پر نظر رہتی ہے۔ مقصد و عمل میں تطبیق دینے والے صحیح نصاب تعلیم بنانے اور ماہر و دردمند اساتذہ پیدا کرنے کے بجائے ہم ایک دوسرے پر الزامات لگانے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ منتظمین اساتذہ کے شاکی ہیں۔ اساتذہ کبھی والدین کی بے توجہی کا رونا روتے ہیں کبھی طلبہ کی عدم توجہی کا اور کبھی نصاب تعلیم کی خامیوں کا۔ طلبہ کو بھی اپنی جگہ شکایات ہیں۔ ساتھ ہی غیر تعلیمی تحریکوں میں ان کی دلچسپیاں روز افزوں ہیں۔ نئی نسل کو پرانی نسل سے الگ شکوہ ہے۔ سیاسی بحران کے باعث ملک میں ایک اضطراب و خلفشار ہے جو مستقبل کے تاریک سے تاریک تر ہونے کی خبر دے رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے اپنے کئے کا نتیجہ ہے۔ وما اللہ بظلام للعبید۔ گھبرانے اور پریشان ہونے کے بجائے ہمیں صبر و ہمت سے صورت حال کی اصلاح اور تلافی مافات کی سعی کرنا چاہیئے۔ ہمیں سنجیدگی سے بلند بانگ نعروں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اپنے فکر و عمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے مناسب اصلاحات درکار ہیں، قول و فعل سے تضاد و نفاق دور کرنے کے لئے "توبۃ نصوحا" کی ضرورت ہے اور یہ صورت نظام تعلیم کے قلب و روح میں بنیادی تبدیلی کی متقاضی ہے۔

ایک اسلامی مملکت میں جس کے ارباب حل و عقد امانت داری سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کو معاشرہ میں پھولتے پھلتے دیکھنے کی تمنا رکھتے ہوں اور جنہیں اسلامی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کا احساس کامل بھی ہو، اس صورتِ حال کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ زبان سے اسلامی تعلیمات کی رٹ لگانا اور عملاً اپنی تعلیم سے اسلامی روح کو خارج کر دینا اور پھر اس پر ایک اسلامی معاشرہ کے ظہور کی توقع رکھنا

کہاں کی منطق ہے ؟ اس وقت ہم ایک ایسی جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں ہمارے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ اپنے نظام تعلیم کو اسلامی روح سے سرشار کرنے میں بلا توقف تیز گام ہو جائیں۔

ہر مسلمان اس حقیقت سے واقف ہے کہ اسلامی تعلیمات میں "قرآن مجید" کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر مسلمان کو اس کتاب کے پڑھنے اور جس قدر بہ آسانی پڑھا جا سکے قرآن پاک پڑھتے رہنے کا مکلّف ٹھہرایا ہے۔ دنیا کی کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کے لئے یہ حکم و تاکید موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں کو قرآن مجید میں تدبر و تفکر کا حکم ہے۔ انہیں اپنے معاملات، جھگڑے قضیے اور تمام مسائل قرآن مجید کے احکام کی روشنی میں حل کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔ بناء بریں کتاب اللہ کا پڑھنا، اس میں غور و فکر کرنا، اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کا اپنا انفرادی فریضہ ہے اور یہ فریضہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک ہر مسلمان اس کتاب اللہ کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہ کرے، اسلام کے نام سے وجود میں آنے والی مملکت میں سب پہلی تعلیمی اصلاح یہ ہونا چاہیئے کہ قرآن حکیم اور اس کے معنی کی تعلیم ہمارے اسکولوں، کالجوں اور دوسری تعلیم گاہوں میں لازمی قرار دی جائے۔ کوئی استاد ایسا باقی نہ رہے جو قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تعلیمی ماحول پر قرآن مجید کا یہ اثر ہونا چاہیئے کہ استاد اور طالب علم سب اپنے موضوع اور اپنے ماحول کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھنے کے عادی ہو جائیں۔ پاکستان کے ہر مسلمان کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ ہر فرد کو قطعی طور پر معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام کے کون سے وہ بنیادی اصول اور احکام و ہدایات ہیں جن کی پابندی کرنا اس کا فریضہ ہے۔ وہ کونسا مقصد عظیم ہے جس کی ذمہ داری قرآن مجید نے اسے سونپی ہے۔ جب تک ہم تعلیم کے ذریعہ اسلامی احساس ذمہ داری نہ پیدا کر دیں ہم انتظامیہ و عدلیہ کی کرسیوں پر وہ دردمند نفوس نہیں دیکھ سکتے جو رعایا کے آرام و اطمینان اور اس کی آسائش و بہبود کو اپنا مقصود قرار دیں اور جو اپنے دن کے چین اور رات کی نیند کو ملک و قوم کی فلاح و بہبود پر قربان کر دیں۔

اسلامی تعلیم کا مقصد فرد و معاشرہ کو بلند ترین مقصد کے حصول کے قابل بنانا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر موجودہ تعلیم کسی طرح قابل اطمینان نہیں۔ طلبہ کو چھوڑیئے ہمارے اساتذہ تک اس مقصد کی لگن سے سرشار نہیں۔ خود دینیات کی جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں قرآن مجید کا حصہ جو

ل دین ہے، برائے نام ہے۔
ملک کے تعلیمی نظام میں قرآن مجید کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کرنا کوئی ناممکن کام یا مشکل مرحلہ ین ہے۔ مسلم عوام کی یہ دلی تمنا ہے کہ ان کے بچے قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے لگیں۔ حکومت کی معمولی توجہ ادنی اسی تبدیلی نہایت دوررس نتائج پیدا کرسکتی ہے۔ مدت سے دینیات لازمی بنی ہوئی ہے لیکن جب کوئی دینی مسئلہ درپیش ہوتا ہے ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ اس سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ رت ایسے ملک میں کیوں کر روا رکھی جاسکتی ہے جس کا حصول اسلام کے لئے ہوا، اور جس کی اسلام پر موقوف ہے۔ اور جہاں علامہ اقبال کے یہ اشعار لوگوں کی زبانوں پر ہیں:

دیں ہاتھ سے دے کر اگر حاصل ہو حکومت
ہے ایسے تجارت میں مسلماں کو خسارا!

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

از یک آئینی مسلماں زندہ است
پیکر ملت ز قرآں زندہ است

اسلامی سکریٹریٹ

جدہ میں بلاد اسلامیہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے اسلامی ممالک کے مشترکہ سکریٹریٹ کے قیام کے سلسلہ میں جو فیصلہ کیا ہے اگر عظیم مقاصد کے حصول کے لئے اخلاص و تعاون کے جذبہ سے کام کیا گیا تو یقیناً ایک دن یہ ادارہ عالم اسلامی کے حق میں نہایت مفید نتائج کا حامل ہوگا۔

اسلامی سکریٹریٹ کا قیام دراصل انسانوں میں عدل و انصاف کے قیام کا دوسرا نام ہے۔ یہ ادارہ مظلوم انسانیت کے ہر دکھ کا مداوا ہوگا۔ ہمیں توقع ہے کہ بہت جلد یہ ادارہ ابتدائی مراحل سے نکل کر "لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[1]" (۴/۱۱۴) کا مصداق بن جائے گا۔ یہ صرف مظلوموں کی ہی مدد نہیں کرے گا بلکہ ظالموں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ظلم سے بھی روکے گا۔ جنگ کے خطرات سے گھری ہوئی مظالم و مفاسد سے بھری ہوئی دنیا کو ایک ایسے بلند نصب العین رکھنے والے مثالی ادارہ کا بے چینی سے انتظار تھا۔ ہم نواب زادہ محمد شیر علی خان (ہلال جرأت) کو اس پودے کے لگانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی درخواست کرتے ہیں کہ اس کی آبیاری کا خاص انتظام کیا جائے اور عالمِ اسلامی کی تمام صلاحیتوں سے اس کو پوری پوری مدد پہنچائی جائے تاکہ تیزی سے یہ پودا ایک تناور درخت بن جائے اور دنیا کے کسی حصہ میں بھی ظلم کا ستایا ہوا اس کے سایہ اور اس کے پھلوں سے ناامید نہ رہے۔ ہم وزیر اطلاعات و قومی امور نواب زادہ محمد شیر علی خان صاحب (ہلال جرأت) سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس ادارہ کو اپنے فرائض انجام دینے کے قابل بنانے میں پوری توجّہ و انہماک سے حصہ لیں۔ ہم اس دن کے منتظر ہیں جب یہ ادارہ اپنے بلند مقاصد میں کوشاں ہو کر اپنے مخالفین سے بھی اپنی افادیت تسلیم کرالے گا۔ اور یقیناً اسی صورت میں وہ توقعات جو عالمِ اسلامی نے جدّہ کانفرنس سے وابستہ کی تھیں، پوری ہو سکیں گی۔

---

[1] یعنی صرف وہی کانفرنسیں اور مجالس شوریٰ مفید نتائج پیدا کرتی ہیں جن میں مفادِ عامہ کے کاموں، بھلائیوں اور لوگوں کے درمیان سدھار اور صلح و اصلاح کی کوششوں کا حکم دیا جاتا ہے